روزنامہ الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
(ایڈیٹر): نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۳۹/۷۴ | سوموار ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۹ ھ، ۲۴ وفا ۱۳۶۸ ہش، ۲۴ جولائی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۶۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار احمدیہ

لندن

سیّدنا و امامنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہم خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ صد سالہ جشن تشکر کے سال کے اعتبار سے حضور کی مصروفیات کئی گنا بڑھ چکی ہیں۔ اس میں ممالکِ غیر کے دوروں کی مصروفیات شامل ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمارے محبوب امام اور آقا کو اپنی تائید و نصرت سے نوازے اور حضور کے جملہ مقاصدِ عالیہ کو غیر معمولی کامیابی اور سرفرازی عطا کرے۔

چک سکندر میں احمدیوں کا داخلہ بدستور بند ہے

سینکڑوں مسلح پولیس والے احمدیوں کو روکنے کیلئے ناکہ بندی کئے ہوئے ہیں

تین افراد کو قتل، دس کو زخمی کرنے، احمدی گھروں کو لوٹنے اور جلانے کے جرم میں ایک بھی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا

چک سکندر کے ۱۳ احمدی احباب ۱۶ر جولائی ۱۹۸۹ء سے گرفتار ہیں

چک سکندر ضلع گجرات میں ۱۶ جولائی ۱۹۸۹ء کو احمدیوں پر بیتنے والی قیامت صغریٰ جس میں دو احمدی مرد اور ایک چھوٹی بچی جاں بحق ہو گئے تھے اور نو دس مزید احمدی زخمی ہوئے اس کی کچھ مزید تفاصیل ناظر امور عامہ نے اشاعت کی غرض سے جاری کی ہیں۔

نظارت امور عامہ نے بتایا ہے کہ سینکڑوں مسلح پولیس والوں اور رینجرز فورس کے جوانوں نے گاؤں کا محاصرہ اس غرض سے کر رکھا ہے کہ کوئی احمدی گاؤں میں داخل نہ ہونے پائے جبکہ دیگر غیر از جماعت افراد کو گاؤں میں آنے جانے کی کھلی چھٹی حاصل ہے۔

احمدیوں کے خلاف اس تمام لوٹ مار اور تین احمدیوں کے قتل، نو دس احمدیوں کو زخمی کرنے، بیشتر احمدیوں کے گھروں کو جلا دینے اور لوٹنے اور اسی نوّے سے زائد احمدیوں کے مویشی مار دینے کے جرم میں ابھی تک ایک بھی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ جبکہ ۱۳۔ احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

ناظر امور عامہ نے بتایا ہے کہ اعلیٰ حکام کی طرف سے چک سکندر میں فساد کرانے کے سرغنہ محمد امیر کو یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ کم از کم اس فساد میں مرنے والے غیر از جماعت فرد احمد خان کے جہلم تک کسی احمدی کو چک سکندر میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور نہ ہی کسی غیر از جماعت کو گرفتار کیا جائے گا۔ فسادیوں کے سرغنہ محمد امیر کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم کسی احمدی کو گاؤں میں واپس نہیں آنے دیں گے۔

اس وقت چک سکندر کی صورت حال یہ ہے کہ احمدیوں کے بیشتر گھر لوٹے جانے اور ان کو آگ لگائے جانے کے باوجود کسی احمدی کیلئے کسی حکومت کی طرف سے کوئی امدادی کارروائی نہیں کی گئی۔ نہ کوئی ریلیف کیمپ قائم کیا گیا، حتیٰ کہ کسی حکومتی فرد یا ادارے کو زبانی ہمدردی کا اظہار کرنے کی بھی توفیق نہیں ملی۔

اس سانحے میں شدید زخمی ہونیوالے مکرم ماسٹر عبدالرزاق صاحب کو علاج کے لئے پہلے گجرات کے ہسپتال لے جایا گیا۔ پھر مزید بہتر علاج کی غرض سے ان کو میو ہسپتال منتقل کیا گیا جہاں ان کا آپریشن کیا گیا اور وہ ابھی تک انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح دیگر زخمیوں میں سے ایک بزرگ عورت کے جسم سے ۳۲ چھرّے نکالے گئے۔ یہ نو دس زخمی مرد عورتیں بچے اب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے روبہ صحت ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ جملہ زخمیوں کی صحتیابی کے لئے خصوصی دعائیں کریں۔

نظارت امور عامہ کی طرف سے جو تفاصیل جاری کی گئیں ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ ۱۶ر جولائی کو جب فساد ہوا تو تین احمدیوں کے قتل اور احمدی گھروں کی لوٹ مار اور غارت گری کے بعد پولیس نے ۱۳ر احمدی افراد کو گرفتار کر لیا اور دیگر بہت سے احمدی مرد، عورتوں اور بچوں کو چک سکندر میں ان کے گھروں سے نکال کر کھاریاں اور گجرات پہنچا کر چھوڑ دیا گیا جبکہ کچھ احمدی افراد خود چک سے نکلے اور ایک تعداد ابھی تک چک سکندر میں موجود ہے۔ یہ تمام احباب اس وقت گجرات، کھاریاں، چک سکندر کے بعض نواحی دیہات اور ربوہ میں مقیم ہیں۔ ابتداء میں جن احباب کے بارے میں لاپتہ ہونے کی اطلاع تھی۔

خدا کے فضل سے جماعتی ذرائع نے بڑی جدوجہد کے بعد اب تمام احمدیوں کا پتہ چلا لیا ہے اور یہ احباب چک سکندر کے نواحی دیہات کھاریاں، گجرات اور ربوہ وغیرہ علاقوں میں مقیم ہیں اور بخیریت ہیں۔

اس ضمن میں یہ بات خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہے کہ چک سکندر کے احمدیوں کی واپسی کے لئے جماعت احمدیہ کے کئی وفود اے سی، ڈی سی، اور کمشنر کے علاوہ، ایس پی اور ڈی آئی جی سے مل کر یہ کوشش کر چکے ہیں۔ کہ بے گھر ہونے والے احمدیوں کو دوبارہ آباد کیا جائے اور انہیں اپنے گھروں میں واپس جانے دیا جائے لیکن حکام کسی احمدی کی بات سننے کے روادار نہیں ہیں نہ بے گھروں کو واپس آنے دیا جا رہا ہے اور نہ ہی کسی احمدی کو چک سکندر میں محصورین سے ملنے دیا جا رہا ہے۔

اس گاؤں میں پانچ ساڑھے پانچ سو کے قریب گھر ہیں جن میں سے تقریباً ۱۳۵ گھر احمدیوں کے اور باقی دیگر افراد کے ہیں۔ گاؤں کی اس وقت یہ حالت ہے کہ ختم نبوت والے افراد بیج لگائے گلیوں میں گھومتے ہیں اور ہر آنے جانے والے کو چیک کرتے ہیں۔

بتایا گیا ہے کہ احمدیوں کے جن گھروں کو لوٹا گیا ان میں سے جو سامان ساتھ نہیں لے جایا جا سکا اس کو وہیں کمروں میں ہی نذرِ آتش کر دیا گیا۔ چند گھروں میں آگ لگنے کی وجہ سے شہتیر جل کر گر گئے ہیں جس کی وجہ سے چھتیں بھی گر پڑی ہیں۔ جبکہ بعض دیگر جلے ہوئے مکانوں کی چھتیں قائم ہیں۔

چک سکندر میں احمدیوں کے ۸۰۔۹۰ جانور نہ صرف مار دیئے گئے بلکہ ان کو جلا دیا گیا۔ ایسے جلے ہوئے جانوروں کے کئی پنجر گاؤں میں نظر آتے ہیں۔

چک سکندر کے واقعات کی تصاویر حاصل کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ چند دنوں میں حاصل کر کے شائع کر دی جائیں گی۔

تحریک جدید میں شمولیت کیوں ضروری ہے

(۱) "میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان کا ایک ذرہ بھی رکھتا ہے۔ میری اس تحریک پر آگے آئیگا اور وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے نمائندہ کی آواز پر کان نہیں دھرتا اس کا ایمان کھویا جائے گا"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ر نومبر ۱۹۳۴ء)

(ب) "کسی جماعت کو اس بات پر مطمئن نہیں ہونا چاہیئے کہ اس تحریک جدید میں حصہ لے لیا ہے بلکہ اُسے اس وقت تک اطمینان کا سانس نہیں لینا چاہیئے جب تک کہ اس میں ساری جماعتیں حصہ نہ لیں۔

(خطبہ جمعہ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء)

ناظمین اطفال توجہ فرمائیں

اطفال کی رخصتوں سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ وقار عمل کروائے جائیں۔ ہر ماہ کم از کم دو وقار عمل کروا کر ان کی رپورٹ مرکز کو ارسال کی جائے

(سیکرٹری وقار عمل مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ۔ قیمت: ایک روپیہ ... پیسے

۲۴ وفا ہش ۱۳۶۸ — ۲۴ جولائی ۱۹۸۹ء

اسلوبِ احتجاج

گاڑی (موٹر کار) میں ایک چھوٹی سی گلی سے نکل کر بڑی سڑک پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کا ایک بے پناہ ہجوم شور مچاتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے۔ گاڑی کو مُکے اور ڈنڈے پڑنے شروع ہوگئے۔ یہ لوگ تمام گاڑیوں کے ساتھ یہی سلوک کر رہے تھے۔ دکانیں بند ہوگئیں اور ان کے شو کیسوں کے شیشے کرچیاں ہو کر پھیلنے لگے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں کچھ ایسی چیزیں بھی تھیں کہ پھینکتے تھے تو آگ بھڑک اٹھتی تھی۔

بات کیا ہے۔ پتہ چلا کہ وہاں دس میل کے فاصلے پر ایک فیکٹری ہے وہاں مزدوروں کا اور مالکان کا تنازعہ کھڑا ہوگیا ہے۔ پہلے اس فیکٹری میں توڑ پھوڑ کی لیکن اس سے جی نہیں بھرا۔ بازاروں میں آگئے۔ اور جو چیز سامنے آئی اس پر ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔

یہ اسلوب احتجاج کس معاشرہ کی پیداوار ہے؟ کس مذہب نے اس کی اجازت دی ہے؟ کن اخلاقی اقدار کا یہ مظاہرہ ہے؟ یہ تو کوئی نہیں کہتا کہ آپ احتجاج نہ کریں۔ احتجاج انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے۔ بچہ بھی ناراض ہوجاتا ہے تو ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اپنی امّی یا ابّو کو دو تھپڑ رسید کرتا ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ناراض تو ابّو امّی سے ہو اور پڑوس میں جاکر وہاں مار پیٹ شروع کردے۔ جب سب لوگ ایک کام کر رہے ہوں اور جوش و خروش سے کر رہے ہوں۔ اس وقت تو سوچ بچار چھٹی کر جاتے ہیں۔ کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط۔ یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت ہمیشہ تو جاری نہیں رہتی۔ سنجیدہ اوقات میں اس بات پر غور کیا جاسکتا ہے۔ کہ ہم اخلاقی اقدار کے پابند ہیں یا نہیں۔ کسی مذہب سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں یا نہیں۔ معاشرے میں ایک دوسرے کی جان عزت اور مال کے محافظ ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں اور فی الواقعہ ہیں تو ہمیں اسلوب احتجاج بدلنا پڑیگا۔

●

خدمتِ خلق ہے شعار اپنا
یہ ہے عزت یہ ہے وقار اپنا
جو بھی ہم سے ہؤا کریں گے ہم
یوں تو کم کم ہے اختیار اپنا

ابوالاقبال

نظم

اللہ چاہے آنیوالے کل پرسوں آجائیں گے
اُچھلیں کودیں گے متوالے خوشیاں خوب منائیں گے

دِید کا شربت مِل جائیگا دیر کی پیاسی آنکھوں کو
ہر چہرہ پُر رونق ہوگا گھر گھر دیئے جلائیں گے

مہکی مہکی خوشبو ہوگی اس ماحول کے آنگن میں
روحانی انوار کے جلوے ہر سُو پھیلتے جائیں گے

پیاری پیاری باتیں ہونگی میٹھی میٹھی یادوں کی
اطمینان کی دولت ہوگی خواب سُہانے آئیں گے

اتنا عرصہ کیسے گزار درد بھرا افسانہ ہے
پہلے سُن کر حال اُنکا پھر اپنا حال سنائیں گے

اُنکے آنے پر ربوہ کا گوشہ گوشہ چمکے گا
دُور اداسی ہوگی سب کی گیت خوشی کے گائیں گے

دیکھنے والے دیکھیں گے محبوب ہمارے آئیں گے
اقصیٰ کے محراب کے اندر وہ جلوہ فرمائیں گے

آپہنچی ہے اب تو خوشبو میرے پیارے یوسف کی
بے شک کہہ دو دیوانہ ہم دیوانے بن جائیں گے

چھٹ جائیگی رات اندھیری آجائیگا نیّر تاباں
بستی بستی۔ قریہ قریہ پھول نئے کِھل جائیں گے

حیراں ہوں گے دشمن سارے ہاتھ ملیں گے حسرت سے
جب ہم اپنے سامنے بیٹھا پیتم پیارا پائیں گے

(چوہدری غلام دستگیر)

انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے
(ضمیمہ براہین احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج سے ۳۵ سال قبل کا ایک مذموم واقعہ

ہماری تاریخ

حضرت فضل عمرؓ پر قاتلانہ حملے کی ملک گیر مذمت

حضرت فضل عمر مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو عصر کی نماز پڑھا کر البیت المبارک سے واپس جانے لگے تو ایک نوجوان نے حضور پر پیچھے سے حملہ کیا۔ اس دردناک حادثہ کے متعلق حضرت مولینا ابوالعطاء جالندھری نے جو اس موقع پر موجود تھے الفرقان رسالہ میں لکھا:۔

"مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء بروز بدھ قریباً پونے چار بجے (البیت المبارک) ربوہ میں نماز عصر پڑھا کر ہمارے امام ہمام حضرت ــــ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ــــ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ محراب کے دروازہ پر اچانک ایک اجنبی نوجوان نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ چاقو کا یہ وار حضور ــــ کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ کے درمیان میں آجانے کے باعث اس مرتبہ حضور کی بجائے چاقو اسے جا لگا اور وہ زخمی ہو گیا۔ نمازیوں نے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی اور کافی جدوجہد کے بعد اسے قابو میں لایا گیا۔ اور اس کوشش میں بعض دوسرے بھی زخمی ہوئے۔ حضرت امام جماعتِ احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے خون کے ساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا۔ جس سے حضور کے تمام کپڑے کوٹ مفلر، سویٹر، قمیص دو بنیانیں اور شلوار خون سے تر بتر ہو گئے۔ حضور کے ساتھ چلنے والے بعض خدام کے کپڑوں پر بھی مظلوم امام کے مقدس خون کے قطرات گرے۔ (خاکسار ابوالعطاء کے کوٹ پاجامہ اور پگڑی پر بھی اس پاک خون کے قطرات پڑے ہیں) مکان پر پہنچ کر ابتدائی مرہم پٹی جناب ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب ایم بی بی ایس اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی۔ اور زخم کو صاف کر کے ٹانکے لگا کر سی دیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون انچ گہرا اور تین انچ چوڑا ہے۔ لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے زخم کی حالت دیکھ کر ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح معائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت خطرناک اور سوا انچ گہرا اور شاہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد مہارت سے کام لے کر قریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا اپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کر کے ٹانکے لگا دیئے۔ اس تمام عرصہ میں حضور باہوش تھے اور آپ کی زبان پر تسبیح وتحمید جاری تھی۔ آپ نے حملہ ہونے کے فوراً بعد سے نکلتے ہی ہدایت فرمائی کہ حملہ آور کو صرف قابو کیا جائے لیکن اسے مارا نہ جائے۔ یہ حملہ ناگہانی اور اچانک تھا اور جونہی نمازیوں کو اس کا پتہ لگا ان میں سے چند دوست لپک کر حضور کے پاس پہنچے اور کچھ احباب نے حملہ آور کو گرفتار کرنے کی سعی کی۔ اس افراتفری اور انتہائی غم وغصہ کی حالت کے باوجود یہ صرف جماعتِ احمدیہ کی اخلاقی قوت اور اپنے امام ہمام ـــ کے ارشادات کی تعمیل کے جذبہ کا ہی نتیجہ تھا کہ حملہ آور محفوظ حالت میں فوراً حوالہ پولیس کر دیا گیا۔"

حضور کے خون کے قطرات

مولینا عبدالرحمن انور صاحب اور حضرت میر داؤد احمد کے کپڑوں پر بھی پڑے تھے۔ سے مکان تک حضور کو حضرت مولینا ابوالعطاء اور مولوی عبدالرحمان انور صاحب نے سہارا دیا تھا۔

حملہ کے بعد اسی روز حضور نے انگریزی زبان میں جماعت کے نام اپنے پیغام میں جماعت کے ساتھ اپنے دلی تعلق اور دین فطرت کے لئے قربانی کے جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"برادران! آپ سن چکے ہوں گے کہ مجھ پر ایک نادان دشمن نے حملہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آنکھیں کھولے اور اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ان پر جو فرض عائد ہوتا ہے اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے برادران! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اگر میرا وقت آن پہنچا ہے تو وہ میری روح کو تسکین عطا کرے اور اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ نیز یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ لوگوں کو ایسا لیڈر عطا فرمائے جو اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہو۔

میں ہمیشہ آپ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتا رہا ہوں۔ اور اسلام اور احمدیت کی خاطر اپنے ہر قریبی اور عزیز کو قربان کیلئے ہمیشہ تیار رہا ہوں میں آپ سے اور اس کے بعد آنے والی نسلوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ بھی ہمیشہ اسی طرح عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔"

ایک بوڑھے کمزور زخمی انسان کی طرف سے ایسے موقع پر جب کہ وہ زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑا تھا۔ ایسا متوازن، پرمعنی، پرخلوص اور اپنے مضمون اور روح کے لحاظ سے نہائت گہرا اور وسیع پیغام اپنے اندر علم وعمل، تجربہ و دانائی اور پھر خدا تعالیٰ پر توکل و یقین کا ایک عجیب مرقع ہے کہ اس پر جتنا بھی سوچا جائے زیادہ سے زیادہ معانی و مفاہیم روشن ہوتے ہیں۔

اس دردناک سانحہ پر ربوہ اور پاکستان کے علاوہ دنیا بھر کے احمدیوں کے دل ہل کر رہ گئے۔ اور سب خدا کے حضور گریہ وزاری اور دعاؤں وصدقات میں مصروف ہو گئے۔

پاکستان کے سنجیدہ طبقہ نے بھی جماعت اور ملک کے اس دکھ کو محسوس کیا اور قریباً ہر طبقہ خیال کے نمائندہ افراد نے اس فعل بد کی مذمت کی۔ علماء میں سے صرف دو کے بیانات بطور مثال ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

خطیب مسجد وزیر خان مولینا ابوالحسنات نے اپنے ایک اخباری بیان لکھا کہ:۔

"اسلام اپنے پیروؤں سے ایک انتہائی اور عادلانہ نظام کی حتمی ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو ختم نبوت کا عملی نفاذ اور دین کی اصلی عظمت کا اہتمام ہے مشرقی بنگال کے افسوسناک واقعات کے بعد ربوہ کا یہ واقعہ اسلامی احساس ذمہ داری کے مؤثر نفوذ میں جس کمی کا پتہ دیتا ہے۔ وہ بے حد رنجیدہ اور تعجب خیز ہے۔ ایسے اقدامات نہ صرف امن کو برباد کرنے والے ہیں۔ بلکہ اسلامی اخلاق و احکام کے مخالف ہیں مجھے یقین ہے کہ حکومت اور عوام الناس اس بارہ میں ذمہ دارانہ عاقبت اندیشی سے کام لیں گے اور سدباب کی ایسی مؤثر تدابیر اختیار کریں گے جو ان تمام امکانات کو ختم کر دے جو تشدد اور ظلم کا موجب بن سکتے ہیں۔"

مولانا داؤد غزنوی نائب صدر جمیعت العلماء اسلام نے ایسی غیر قانونی حرکت کو ملک وملت کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے کہا کہ:۔

"میں نے نہائت افسوس کے ساتھ آج کے اخبارات میں مرزا بشیر الدین محمود پر قاتلانہ حملہ کی خبر پڑھی۔...... ملک میں کوئی گوشہ فکر ایسا نہ ہو گا جو اس قسم کی متشددانہ حرکت کو پسند کرتا ہو۔ میری یہ قطعی رائے ہے کہ مذہبی یا سیاسی اختلافات کی بناء پر قاتلانہ حملوں یا متشددانہ کارروائیوں کی اگر اجازت دی گئی یا حوصلہ افزائی کی گئی تو فسادات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور یہ ملک وملت کیلئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہو گا۔ اس لئے غیر مبہم الفاظ میں میں اس افسوسناک واقعہ کی مذمت کرتا ہوں۔ اور یہ قطعی رائے رکھتا ہوں کہ اس قسم کی متشددانہ سرگرمیاں مسائل حل کرنے میں کسی طرح مدد نہیں دے سکتیں۔ بلکہ سراسر نقصان دہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ تشدد روکنے کیلئے زیادہ سے زیادہ تشدد کرنا پڑتا ہے۔ اور معمولی تشدد کے مقابلہ میں وسیع پیمانہ پر تشدد کیا جاتا ہے۔ اس وقت وہ اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ اور قصوروار اور گناہ گار کا امتیاز نہیں کرتا۔ اور قوم بحیثیت مجموعی نقصان عظیم کی متحمل ہوتی ہے۔"

قومی پریس نے بھی تشدد کے اس بھیانک عمل کے خلاف لکھا چنانچہ موقر روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے بڑے واضح الفاظ میں اس رجحان کی مذمت کرتے ہوئے تحریر کیا:۔

"مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعتِ احمدیہ کی زندگی پر جو حملہ کیا گیا ہے وہ ملک کے سمجھدار طبقہ کے نزدیک ایک مجنونانہ فعل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ صرف شریعت اسلامی میں اس کا کوئی جواز نہیں بلکہ یہ اس مذہبی رواداری کی روح کے بھی خلاف ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے اس دنیا کو عطا ہوئی تھی۔ آج بھی وہ آزادی ضمیر کا پیغام جو چودہ سو سال پہلے دنیا کو دیا گیا تھا جمہوریت کی بنیاد ہے۔ وہ مذہب جو یہ کہتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں اور جس کے بانی نے یہانتک وسعت قلبی کا ثبوت دیا کہ اس نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت ادا کرنے کی اجازت دی۔ جو ایک یہودی کے جنازے کے احترام کے طور پر کھڑا ہو گیا۔ وہ یقیناً آج کے ملاازم کے شدید خلاف آج کا ملاازم یہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ اختلاف کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اگر اس اصول پر عمل کیا گیا تو غالباً پاکستان میں کسی کا گلا بھی سلامت نہ رہے گا۔ کیونکہ کوئی ایسا فرقہ نہیں جس نے دوسرے فرقے کو کافر اور مرتد قرار نہ دیا ہو۔ ابھی وقت ہے کہ ہمارے علماء اس قسم کی خطرناک فرقہ وارانہ ذہنیت پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کیونکہ یہ وہ ذہنیت ہے جو پاکستان کی سالمیت پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمام پاکستانی مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور انہیں ملک کے نظام میں برابری کا درجہ حاصل ہے۔ اگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام پاکستان وحدت کی مضبوط بنیاد پر کھڑا ہو جائے تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ کلمہ طیبہ ہی ہماری وحدت کی بنیاد بن سکتا ہے"۔

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۲ مارچ ۵۴ء)

اخبار پاکستان ٹائمز نے اپنے اداریہ میں اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے لکھا

"حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ پر جو قاتلانہ حملہ ہوا ہے بلاشبہ ملک کی رائے عامہ کے ہر گوشے سے اس کی شدید مذمت کیجائے گی۔

اگر اس نوجوان کے سیاسی یا مذہبی عقائد اس کا باعث بنے ہیں تو یقیناً ان تمام لوگوں کو جو صاحب اثر ہیں اور رائے عامہ کو سدھار سکتے ہیں اس طرف اپنی پوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اختلاف رائے کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو لیکن ایک خاص نقطہ نظر کی خاطر گولی یا خنجر کا استعمال کبھی بھی مبنی بر انصاف اور درست نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دہشت انگیزی عموماً اس مقصد کو فوت کر دیتی ہے جس کے حاصل کرنے کے لیئے ایسا اقدام کیا گیا ہو۔ بلکہ اکثر اوقات اس مقصد کے بالکل برعکس نتائج پیدا کرتی ہے۔

ربوہ کے اس حادثہ کے متعلق مولینا ابوالحسنات۔ مولینا داؤد غزنوی اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے جو بیانات دیئے ہیں ہم اس کی پوری تائید کرتے ہیں اور اس بات کی کلی امید رکھتے ہیں کہ ہر پاکستانی اس قسم کے رجحانات کو جس سے ملک کو ناقابل بیان نقصان پہنچ سکتا ہے ہرگز بڑھنے نہیں دے گا"۔

(۱۳ مارچ ۵۴ء)

قومی انگریزی پریس کی طرح اردو اخبارات نے بھی اس ناقابل نفرت اقدام کی مذمت میں زوردار اداریئے لکھے ذیل میں بطور مثال صرف جناب حمید نظامی مدیر روزنامہ نوائے وقت جو تحریک پاکستان کے ایک مخلص کارکن اور پاکستان سے خلوص و درد رکھنے والے بلند پایہ صحافی تھے کے اداریہ کا ایک حصہ یہاں دیا جاتا ہے۔ انہوں نے لکھا:۔

"ابھی تک وثوق کے ساتھ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ حملہ آور کون ہے؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؟ ــــ

بہر حال ہمیں خوشی ہے کہ مولانا داؤد احمد غزنوی، مولینا ابوالحسنات، محمد احمد اور ماسٹر تاج الدین نے غیر مبہم الفاظ میں اس حملہ کی مذمت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اختلاف عقائد کی بناء پر تشدد کا استعمال ایک نامناسب، ناجائز، خطرناک اور تعلیمات اسلامی کے منافی فعل ہے کوئی فہمیدہ شخص اس معاملہ میں ان حضرات کے خیالات سے اختلاف نہیں کرے گا۔ کہ عقائد کے اختلاف کی بناء پر تشدد کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی گئی تو ایک ایسا خطرناک اور ناپاک چکر شروع ہو جائے گا کہ کسی کی زندگی محفوظ نہ رہے گی"۔

اس پولیس کیس کا فیصلہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے ۲۵ مئی ۵۴ء کو سنایا جس میں حملہ آور کو پانچ سال قید کی سزا دی۔

پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے۔ خواہ وہ تمام رات عبادت کرے۔ اور تمام دن روزہ دار رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

لسانیات!

آنمحترم نے "سندھی شاعری پر فارسی کے اثرات والا مضمون (الفضل ۱۷ جون) اور مکرم اخوند فیاض احمد صاحب کا مراسلہ مطبوعہ (الفضل ۲۹ جون) ارسال فرمائے ہیں اور فرمایا ہے کہ میں ان پر تبصرہ کروں!

ہم کہاں کے دانا ہیں، کس ہنر میں یکتا ہیں، سندھی شاعری پر فارسی کے اثرات والا مضمون میں نے پہلے نہیں پڑھا تھا۔ اب آپ کی تحریک پر پڑھا ہے تو کچھ باتیں مجھے بھی کھٹکی ہیں۔ مگر اس خیال سے چپ ہوں کہ لسانیات کے بارہ میں میری معلومات صفر کے برابر ہیں۔ میں نے برصغیر کی لسانی تحریکوں کا مطالعہ ضرور کیا ہے۔ مگر اتنا بالاستیعاب بھی نہیں کہ محاکمہ کر کے کوئی فیصلہ کن بات کہہ سکوں۔ یہ مرتبہ تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب مظہر کا ہے

"سندھی شاعری پر فارسی کے اثرات،، والے مضمون میں فاضل مقالہ نگار نے اپنے نظریات کی بنیاد ANTHRO-POLOGY پر رکھی ہے"۔ سندھ عہد قدیم سے ایک مہذب علاقہ رہا ہے۔۔۔ پانچ ہزار سال قبل جب دنیا کے بے شمار علاقے دریافت بھی نہیں ہوئے تھے۔۔۔۔ سندھ ایک مہذب علاقہ تھا۔۔۔۔ اور صاف بات یہ ہے کہ زبان کے معاملہ میں بھی یہاں کے لوگ اسی نسبت سے ترقی پا چکے تھے"۔ اس سیاق و سباق میں فاضل مقالہ نگار نے کہا کہ سندھی زبان پر باہر کی زبانوں کے اثرات کس طرح پڑے؟ مقالہ نگار کے خیال میں فارسی سندھ میں پہلے رائج تھی۔ عربی بعد میں آئی"۔ صدیوں تک یہاں کی سرکاری زبان فارسی رہی اس لئے بھی یہاں بولی جانے والی زبان کا اس سے متاثر ہونا ناگزیر تھا۔۔۔۔۔۔ تبلیغ دین کے لئے آنے والے بیشتر علماء اور صوفیاء کا تعلق چونکہ ایران سے رہا۔ اس لئے فارسی زبان سندھی زبان میں زیادہ دخیل رہی۔ یہ الگ بات کہ فارسی کے توسط سے عربی بھی!

یہاں پھر وہ فقرہ ہے جس پر مکرم اخوند فیاض احمد صاحب کو اعتراض ہے کہ "عربی بھی جو کہ خود فارسی سے مستعار لی تھی۔ سندھی میں شامل ہوئی"۔ اگلا فقرہ ساتھ پڑھا جائے تو بات ذرا واضح ہو جاتی ہے کہ "لیکن اس طرح شامل ہونے والے الفاظ فارسی الفاظ کے طور پر شامل ہوئے نہ کہ عربی کی حیثیت میں"۔ ــــ فاضل مضمون نگار اپنی بات واضح نہیں کر سکیں غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ عربی کے جو الفاظ سندھی میں شامل ہوئے وہ فارسی کی وساطت سے شامل ہوئے۔ عربی لوگوں کے ساتھ براہ راست رابطہ بہت بعد میں قائم ہوا۔ ہو سکتا ہے یہ بات تاریخی لحاظ سے درست ہو۔ مجھے اس بارہ میں زیادہ علم نہیں ہاں مجھے زبان کے اس اصول کا ضرور علم ہے کہ دخیل الفاظ دونوں طریقوں سے زبان کا حصہ بنتے ہیں۔ براہ راست بھی اور بالواسطہ بھی!

ہمارے ہاں اردو میں ترکی کے الفاظ براہ راست نہیں آئے بالواسطہ آئے ہیں۔ مگر انگریزی کے الفاظ براہ راست آئے ہیں۔ فارسی، عربی اور مقامی بولیوں کے آمیزہ سے جو زبان بنی اس پر تینوں زبانوں کے اثرات موجود ہیں۔ سندھی فاضل مضمون نگار کے نزدیک برصغیر ہند کی قدیم ترین زبانوں میں سے ہے۔ اور وادیٔ سندھ کی تہذیب کی طرح بہت پرانی ہے اسلیئے سندھی پر باہر کی زبانوں کے اثرات بالواسطہ بھی پڑے ہیں۔ اور براہ راست بھی!

اخوند صاحب نے جس بنیادی نظریہ کے تحت اس بات کو بالبداہت غلط کہا ہے۔ وہ عربی کے ام الالسنہ ہونے کا نظریہ ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں اس مضمون کے سیاق و سباق میں عربی کی حیثیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ صرف سندھی زبان اور سندھی تہذیب کے حوالہ سے لسانی عمل کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ ہے۔ جس کو فراخدلی سے قبول کر لینا چاہیئے۔

(۲) اخوند صاحب کا پہلا اعتراض کہ انگریزوں کے آنے سے کہیں قبل اردو لٹریری زبان بن چکی تھی یہ بات درست ہے مضمون نگار کے طویل فقرہ نے بہت سی الجھنیں پیدا کی ہیں۔ "یہاں تک کہ" کے الفاظ تو انہوں نے بہت ہی بے محل استعمال کیئے ہیں۔ مگر مسئلہ یہاں بھی تاریخی عمل کا ہے کہ اردو زبان رفتہ رفتہ تدریجی طور پر موجودہ شکل تک پہنچی ہے

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

افکار معاصرین

(پروفیسر شریف المجاہد)

قرار داد پاکستان نے نئی نسل پر یہ اثر ڈالا کہ وہ آزادی میں پیدا ہوئی اور اس نے آزادی میں سانس لی۔ نئی نسل نے غلامی کا دور ہی نہیں دیکھا اور اسی لئے اس نسل کو یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ پاکستان کے بنانے میں ہمارے آباؤ اجداد نے کتنی اور کیسی کیسی قربانیاں دیں اور کس کس نہج پر جدوجہد کی اور ان کے سامنے وہ کیا مسائل تھے جن کا حل انہوں نے پاکستان کے مطالبے کی صورت میں تلاش کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان کی تشکیل سے پہلے مسلمانوں کو ترقی کے مواقع شاذ و نادر ہی ملتے تھے۔ مثال کے طور پر مسلمانوں کی بہت کم تعداد بینکنگ، صحافت، تعلیم و تدریس اور تجارت کے پیشوں سے منسلک تھی۔ یہاں تک کہ مسلم لیگ نے جب پہلے DAWN کا ہفتہ وار پرچے کی حیثیت سے اجراء کیا تو اسے کوئی با صلاحیت مدیر یا صحافی نظر نہیں آیا اور پہلے ہفتہ وار اور بعد ازاں روزنامہ ڈان کے پہلے "ایڈیٹر" انڈین کرسچین تھے یعنی POTHAN JOSEPH اور PONAN JOSEPH بعد ازاں اکتوبر/نومبر ۴۵ء میں جناب الطاف حسین صاحب نے ڈان اخبار کی باگ ڈور سنبھالی۔ یہی حال دوسرے مسلم اخبارات کا تھا، جہاں مطالبۂ پاکستان اور پاکستان کے موضوع پر لکھنے والے مسلم صحافی دستیاب نہیں تھے۔ اگر اسے خودستائی نہ سمجھا جائے تو میں یہ بتاتا چلوں کہ میں نے ۱۹۴۵ء سے اجب میں آنرز کا اسٹوڈنٹ تھا، مختلف موقر اخبارات و جرائد میں اس موضوع سے متعلق مضامین لکھنے کا آغاز کیا۔ ان میں مدراس (جہاں میں سکونت پذیر تھا) کے اخبارات و جرائد کے علاوہ مارننگ نیوز اور اسٹار آف انڈیا (کلکتہ)، ایسٹرن ٹائمز اور دی لائٹ (لاہور) خیبر میل (پشاور) سندھ ٹائمز (کراچی) کوئٹہ ٹائمز (کوئٹہ) سنٹرل ٹائمز (ناگپور) ویکلی آبزرور (الہ آباد) دی اسٹار اور مارننگ ہیرالڈ (بمبئی) اور آسام ہیرالڈ (شیلانگ) شامل تھے۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر ہمارے ہاں اس وقت SEASONED JOURNALISTS دستیاب ہوتے تو برصغیر کے ان دور دراز مقامات پر ایک TEENAGER طالب علم کے مضامین شائع کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اس کے برخلاف پاکستان کی تشکیل کے بعد نئی نسل کو نہ صرف انتظامیہ بلکہ بینکنگ، صحافت، تعلیم و تدریس اور تجارت کے شعبوں میں بھی بے شمار مواقع ملے۔

اس کے علاوہ پاکستان میں شامل ہونے والے علاقوں سے ہندوؤں اور سکھوں کے انخلاء سے جو خلاء پیدا ہو گیا تھا اسے بھی نئی نسل کے ذریعے پر کیا گیا اور نوجوانوں کو ان تمام شعبوں میں ملازمتیں میسر آگئیں، اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان مناصب پر فائز ہونے کے حقیقی معنوں میں قابل تھے یا نہیں ...... پھر ہمارے نوجوانوں کو ان ہی شعبوں میں (ON JOB TRAINING) کے مواقع بھی حاصل ہوئے۔ بتائیے نا! ہم اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلا سکتے ہیں۔ لیکن اس تمام صورت حال کا ایک منفی نتیجہ یہ نکلا کہ نئی نسل کے افراد بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونا اپنا پیدائشی حق سمجھنے لگے اور DESERVE BEFORE YOU DESIRE کے دائمی اصول کو انہوں نے فراموش کر دیا۔ اب اگر ہماری نئی نسل میں مایوسی اور محرومی کے احساسات پائے جاتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے فطرت کے اس اصول کو بالائے طاق رکھ دیا ہے SURVIVAL OF THE FITTEST کے آفاقی قانون کا اطلاق انسانوں پر ہی نہیں کیڑے مکوڑوں، پرندوں، جانوروں اور دنیا کی تمام مخلوقات پر ہوتا ہے۔ اب اگر ہماری نئی نسل اس اصول سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتی ہے اور چور دروازوں سے اعلیٰ عہدوں کے حصول کی متمنی ہے تو سمجھ لیجئے کہ ہم صحیح معنوں میں آزادی کے مستحق نہیں ہیں اور ہم کسی صورت میں سلطنت خداداد پاکستان کے معمار کا کردار ادا نہیں کر سکتے۔

جہاں تک حصول پاکستان کے مقصد اور اس کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کا تعلق ہے تو میں اس سلسلے میں یاد دلاتا ہوں کہ قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجتماع میں یہ فرمایا تھا کہ "پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا کہ ہمارے عوام اپنی روحانی ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو اپنے عقائد، اصولوں اور نظریہ حیات کے مطابق تشکیل دے سکیں" آپ نے مطالبہ پاکستان کی تشریح اسلامی اصولوں اور جمہوری روایات کو مطالبۂ پاکستان کی بنیاد بنایا۔ اس کے علاوہ آپ نے قیام پاکستان کے بعد فروری ۴۸ء میں امریکہ کے عوام کے لئے اپنی ایک نشری تقریر میں فرمایا! "میں حتمی طور پر یہ نہیں بتا سکتا کہ پاکستان کا دستور کیسا ہوگا اس لئے کہ یہ مجلس قانون ساز کا منصب ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ یہ دستور ایک جمہوری دستور ہوگا جس کی اساس اسلامی اصولوں پر ہوگی"! بانی پاکستان قائداعظم کی مطالبۂ پاکستان کے متعلق ان تشریحات و توضیحات اور قوم سے کئے گئے وعدوں کی روشنی میں اب آپ ہی بتائیے کہ پاکستان نے کس حد تک اپنی منزل پائی ہے۔ میرا جواب یہی ہے۔

(روزنامہ حریت کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا اسعد مدنی بھارت سے پاکستان تشریف لائے ہیں۔ ان کا شمار بھی ان کے والد گرامی حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کی طرح برصغیر کے جید علماء میں ہوتا ہے۔ بھارت اور پاکستان کے علماء میں اب یہ فرق ہو گیا ہے کہ بھارت کے علماء علماء برائے علم دین یا علوم دین ہیں تو پاکستان کے بیشتر علماء اب علم دین سے زیادہ علمائے سیاست ہو گئے ہیں یعنی ایک جگہ علم برائے علم ہے تو دوسری جگہ علم برائے سیاست ہے۔ جن علماء کا دین سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا یا تعلق نہیں رہتا وہ صورت شکل میں علماء اور افعال و اقوال میں سیاستدان ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جو علامہ اقبال یہ فرما گئے تھے کہ۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

تو بہت سے علماء اس غلط فہمی یا خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ سیاست میں ان کی شمولیت سے سیاست کی حیثیت دین کی ہو جائے گی۔ یہ حضرات اپنی سیاست میں دین کو بھی اپنے وزن کے برابر ڈالتے رہتے ہیں، اور ہمارے یہاں بے ڈھنگے پن سے دین کو سیاست میں ملانے سے دونوں ملاوٹی ہو گئے، اور جب ان دونوں کو نچوڑا تو اس میں سے صرف چنگیزی نکلی۔ بھارت میں علمائے دین دین کو بے دین سیاست کے حملوں سے بچاتے رہتے ہیں اور سیاست کی خاطر اپنا مرکز و محور نہیں چھوڑتے لیکن ہمارے یہاں بہت سے علماء کا اپنا اپنا دین ہے اور یہ سب اس کے الہ دین ہیں۔ پہلے دین فرقوں میں بٹا ہوا تھا اور اب یہ سیاسی پارٹیوں میں بھی بٹ گیا ہے۔ ان دینوں میں اصلی دین اتنا اسلام نہیں ہے جتنا اسلام آباد ہے۔

کوئے جاناں سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے پاکستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہنے پر بڑے دکھ کا اظہار کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب ہم ایسی خبریں بھارت میں سنتے ہیں تو ہمارے سر شرمساری سے جھک جاتے ہیں۔ شرم تو ہمیں بھی حضرت مولانا سے کچھ کم نہیں آتی۔ لیکن اب ہمارے سر شرمساری سے ایسے جھک گئے ہیں کہ انہیں اٹھانا اب ہمارے لئے مشکل ہو گیا ہے اور مولانا سچ پوچھیں تو اب ہم شرم یا شرمساری کے عادی ہو گئے ہیں۔

پہلے آتی تھی بات بات پہ شرم
اب کسی بات پر نہیں آتی

خریداران مصباح متوجہ ہوں

ڈاک کے اخراجات میں اضافہ کے باعث جو وی پی ۳۶ روپے میں بھجوائی جاتی تھی اور خریدار کو ۴۱ روپے میں وصول ہوتی تھی۔ اب چالیس (۴۰) روپے میں بھجوائی جائے گی۔ اور خریدار کو ۵۰ روپے میں یا اس سے بھی زائد کی وصول ہوگی۔ جو خریدار کے لئے اضافی بوجھ ہے لہٰذا خریداران سے گذارش ہے کہ وہ اپنا چندہ بر وقت بھجوادیں۔ تاکہ وی پی کی ہی نہ جائے۔ اور رسالہ بھی خریداروں کو ملتا رہے۔

چندہ ختم ہونے سے قبل یاد دہانی کروادی جائیگی۔ چندہ ختم ہونے کی صورت میں صرف دو ماہ انتظار کیا جائیگا ورنہ مجبوراً رسالہ بند کرنا پڑے گا۔ اگر خریداران اضافی قیمت پر ہی رسالہ منگوانا چاہتے ہوں تو دفتر کو مطلع کریں شکریہ

(ایڈیٹر مصباح)

یہ فیصلہ شدہ بات ہے کہ خدا کو بجز خدا کی تجلّی اور توجہ کے پا نہیں سکتے (چشمہ معرفت)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچوں کا کالم

نونہالانِ جماعت

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور تندرستی کے ساتھ نیک پاکیزہ مفید کامیاب اور بابرکت لمبی عمر عطا فرمائے آپ کو دین کی خدمت کی بھی توفیق دے اور دنیا کی خدمت بھی آپ ایسے رنگ میں کریں کہ لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ جس ماحول میں آپ کی تربیت ہوتی ہے وہ نہایت عمدہ ماحول ہے جہاں تک ماحول کا تعلق ہے بچوں کو سب سے پہلے گھر کا ماحول ملتا ہے۔ اس کے بعد سکول کا اور محلے کا۔ اگر گھر کا ماحول اچھا ہو اور اس سے پوری طرح فائدہ اٹھایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سکول اور محلے میں بھی بچے اچھے بچوں کے ہی دوست بنیں اور انہیں کے ساتھ وقت گزار کر خوش نہ ہوں اور مل جل کر نیکیاں کرنے کی عادت پڑ جائے۔

بعض بچوں نے لکھا ہے کہ ہفتے میں ایک کالم تو بہت کم ہے۔ اس سے زیادہ دفعہ یہ کالم چھپنا چاہیئے لیکن آپ نے دیکھا ہے کہ ہم تو ہفتے میں ایک کالم بھی نہیں لکھ پاتے۔ یا اگر لکھ پاتے ہیں تو شائع نہیں کر پاتے لیکن بہرحال ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم ہفتے میں ایک کالم تو ضرور پیش کیا کریں۔ اس دفعہ ہم اپنا کالم اپنے دوست اور نہایت مخلص نوجوان محمود مجیب اصغر کی ایک تحریر سے شروع کرتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ "آج کل کے دور میں جب اصطلاحات پر پابندی لگی ہوئی ہے۔ بچوں کے بارے میں سوچ کر تشویش پیدا ہوتی ہے کہ ان حالات میں ان کے ذہنوں پر اصل اصطلاحات کی بجائے متبادل اور عارضی اصطلاحات ہی نقش نہ ہو جائیں"۔

(محمود صاحب ہم نے گذشتہ ایام میں اپنے ایک اداریے میں والدین کو اور بڑے بھائی بہنوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ بچوں کو بتانے والی باتیں باقاعدگی سے بتاتے رہیں اور یاد کراتے رہیں۔ جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں وہ تو نہایت عارضی ہیں خدا نے چاہا تو زمانہ پلٹا کھائے گا اور ایسا جلد ہوگا)

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ان حالات میں زیادہ کوشش خیالات کو پاکیزہ رکھنے اور زبان کو شستہ اور شائستہ بنانے کی کرنی چاہیئے" اسی پس منظر میں انہوں نے قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث کا ایک واقعہ ارسال فرمایا ہے۔ قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرماتے ہیں "مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں دریا پر گیا تھا بھائی عبدالرحیم صاحب جو بچپن میں میرے استاد رہے ہیں اور کچھ اور دوست میرے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ جب ہم کشتی میں بیٹھے دریا کی سیر کر رہے تھے تو میرے لڑکے ناصر احمد نے اپنے بچپن کے لحاظ سے کہا۔ ابا جان اگر اس وقت ہمارے پاس مچھلی بھی ہوتی تو بڑا مزا آتا۔ میں نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ پانیوں میں خواجہ خضر کی حکومت ہے اگر خواجہ خضر کوئی مچھلی ہماری طرف پھینک دیں تو تمہاری یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ جب میں نے یہ فقرہ کہا تو بھائی عبدالرحیم صاحب جھنجھلا کر کہنے لگے۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں اس بچے کی عقل ماری جائیگی۔ میں نے کہا ہمارے خدا میں تو سب طاقتیں ہیں۔ وہ چاہے تو ابھی مچھلی دکھا دے۔ میں نے یہ فقرہ ابھی ختم ہی کیا تھا کہ یکدم پانی کی ایک لہر اٹھی اور ایک بڑی سی مچھلی کود کر ہماری کشتی میں آگری۔ میں نے کہا دیکھ لیجیئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت نمائی کر دی۔ ہمارے دل میں جو خواہش پیدا ہوئی تھی وہ اس نے پوری کر دی۔ خواجہ خضر بے شک وفات پا چکے ہوں مگر ہمارا خدا جو ہمارا خالق اور مالک ہے اور سمیع الدعا ہے وہ تو زندہ ہے اور وہ ہمارے جذبات کو جانتا ہے۔ اس نے اس خواہش کو دیکھا اور میری بات کو پورا کر دیا

پیارے بچو! اس واقعے سے ہمیں کئی سبق ملتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے خدا تعالیٰ کو ہر بات پر قادر سمجھیں وہ ہماری ہر جائز خواہش پوری کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں اس بات پر اعتماد ہونا چاہیئے کہ وہ ہماری دعائیں سنتا ہے اور ہمارے جذبات کو بھی پوری طرح جانتا ہے۔

خالدہ ارشاد کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے دادا جان مکرم و محترم فضل حق خان صاحب کی یہ عادت تھی کہ ان کے پاس ان کے دروازے پر کوئی بھی آکر دستک دیتا تو بہت ہی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ اسے اندر بٹھاتے تھے اور حسب توفیق اس کی خاطر مدارات بھی کرتے تھے۔ اگر وہ صاحب کسی کام سے آتے تھے تو اپنا وقت اور پیٹرول خرچ کر کے ان کا کام کرتے تھے۔ اور میرے دادا جان یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت فضل عمر (اللہ کی سلامتی ہو آپ پر) فرمایا کرتے تھے کہ اپنا نقصان کر کے کسی کا فائدہ کرنا ہی اپنا فائدہ ہے۔

عزیزہ سیدہ فرحیہ ظہور لکھتی ہیں۔

"آج جبکہ میں ناامیدی کے احساسات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کا مضمون الفضل اخبار میں بعنوان "قابل غور" پڑھا بہت پسند آیا۔ میرے لئے نئی امید کا باعث بھی ہوا۔ ہوا یہ کہ میں نے اس سال بورڈ کا آٹھویں کا امتحان دیا تھا۔ دوران امتحان میرے دو پرچے بوجہ بخار۔ انگلش اے۔ بی چھوٹ گئے تھے اور میں رزلٹ کے خیال سے بے حد پریشان تھی۔ اس مضمون نے مجھے بڑا حوصلہ دیا۔ آپ ایسے حوصلہ افزا مضمون ضرور لکھا کریں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ آج میرا رزلٹ آگیا ہے اور میں نے انگلش کے علاوہ جو پرچے دیئے تھے ان میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ دعا کریں کہ آئندہ بھی کامیاب ہوتی رہوں۔ ایک نظم بھیج رہی ہوں۔ الفضل اخبار میں بچوں کے کالم میں شائع کر دیں تو ممنون ہوں گی"۔

عزیزہ رضیہ سلطانہ بنت مکرم خوشی محمد صاحب ربوہ لکھتی ہیں۔

الفضل میں کوئی مضمون ایسا نہیں ہوتا جسے پڑھے بغیر چھوڑا جا سکے۔ الفضل میں بہت پیارے اور علم میں اضافہ کرنے والے مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ یوں تو سارے مضامین اور نظمیں بہت اچھی ہوتی ہیں لیکن آپ کی نظمیں اور شذرات نامی کالم بہت ہی پیارے انداز میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ آج کل آپ کی نظمیں کم نظر آ رہی ہیں۔ مصروفیات کچھ زیادہ ہوں گی چھوٹے چھوٹے سچے واقعات لکھنے سے الفضل کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ میں نے آٹھویں کلاس کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے اور اب میں نہم کلاس کی طالبہ علم ہوں۔ میرے بہت سے شوق ہیں مثلاً کھلاڑی بننا۔ شاعرہ بننا اور مصنفہ بننا۔ میں سکول میں کھیلتی بھی ہوں اور کچھ نظمیں بھی لکھتی ہوں۔ میں آپ کو ایک نظم بھیج رہی ہوں۔ براہ کرم آپ اسے الفضل میں جگہ دیکر میری حوصلہ افزائی کیجیئے۔

عزیزہ رضیہ سلطانہ آپکو بہت بہت مبارک ہو کہ آپ نے آٹھویں کلاس کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کوشش کریں کہ فرسٹ ڈویژن نہیں بلکہ آپ فرسٹ آئیں اور اگر خدا کرے تو آپ سارے ضلع میں فرسٹ آئیں۔ آپ کے شوق بہت اچھے ہیں خاص طور پر شاعرہ بننا اور مصنفہ بننا۔

قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ میں خود ایک شاعر ہوں اور شاعری کو پسند کرتا ہوں اور میں جلسے پر اسی لیے نظمیں پڑھواتا ہوں کہ لوگوں میں شاعری کا شعور پیدا ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شاعری کرنا قومی خدمت ہے۔ پس آپ ضرور شعر کہتی رہیں۔ شروع شروع میں تو شعر بے وزن ہوتے ہی ہیں۔ لیکن اگر آپ اپنے اشعار کو بار بار پڑھتیں گی اور دوسرے اچھے اچھے شعراء کی نظمیں بھی پڑھیں گی تو آپ خدا کے فضل سے بہت اچھی شاعرہ بن جائیں گی۔ مصنفہ بننا بھی بہت اچھی بات ہے۔ آپ چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھا کریں۔ مضامین لکھا کریں۔ مضامین لکھنے کے لئے یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ آپ نوٹس تیار کریں۔ کوئی مضمون جو ذہن میں آئے اس کے متعلق سوچیں اور اس کے متعلق نوٹ لکھیں۔ اب ہر نوٹ پر ایک الگ پیراگراف لکھیں تو آپ دیکھیں گی کہ آسانی سے مضمون لکھا گیا ہے۔

نظموں کے متعلق خاص طور پر آپ کی نظم کے متعلق پھر کبھی خدا نے چاہا تو بات کریں گے

کراچی سے نادیہ سیفی لکھتی ہیں کہ

"اپریل مئی میں میرے امتحان ہوئے اور خدا کا شکر ہے کہ میں اس میں اول آئی۔ میری حاضری ۲۲/۲۲ تھی اور گریڈ اے۔ ون آیا تھا فیصد تناسب ۹۵ء۶۵ رہا۔ میرے نمبر اسلامیات میں ۹½/۱۰۔ اردو زبان میں ۱۰/۱۰۔ اردو ادب میں ۹½/۱۰ انگلش لینگویج میں ۸½/۱۰ آئے اور انگلش لٹریچر میں ۸/۱۰۔ سوشل سٹڈیز میں ۱۰/۱۰۔ حساب میں ۲۰/۲۰ اور سائنس میں ۲۰/۲۰ آئے اللہ کا بہت شکر ہے کہ میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گئی ہوں۔"

نادیہ ہم آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ بہت سا علم حاصل کریں اور کرتی رہیں جس طرح اب آپ اول آئی ہیں خدا کرے کہ آپ ہمیشہ اول آتی رہیں۔ ہمیں یاد ہے کہ آپ نے جاپان میں ہونے والے ایک تصویری مقابلے میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔ یہ مقابلہ غالباً ۱۱ ممالک کے بچوں کے درمیان تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو اس مقابلے میں تیسری پوزیشن حاصل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے شوق کو مبارک کرے اور آپکو بہت زیادہ علم حاصل کرنے کی توفیق دے اور آپ کے علم سے ساری دنیا کو فائدہ پہنچے۔

اب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک شعر۔ حضور فرماتے ہیں

؎ جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

سانحہ ارتحال

میرے ماموں مکرم رانا عبدالصمد خان صاحب تقریباً دو ماہ بیمار رہنے کے بعد ۱۸ جولائی کو کراچی میں وفات پا گئے۔

آپ مکرم چوہدری عبدالحئی خان صاحب کاٹھگڑھی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر (جو کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء میں سے تھے) کے فرزند اور مکرم چوہدری عبدالجلیل خان صاحب محلہ دارالرحمت شرقی کے چھوٹے بھائی تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے اور بلند درجات سے نوازے۔

(عبدالمغنی زاہد)

شکریہ احباب

خاکسار کی اہلیہ امۃ الرشید صاحبہ جولائی کی ۷ تاریخ کو بقضائے الٰہی وفات پا گئی تھیں اس موقعہ پر بہت سے ہمدرد و غمگساروں نے بذریعہ خطوط تعزیت کی ہے۔ میں فرداً فرداً سب کو جواب دینے سے معذور ہوں۔ لہٰذا بذریعہ الفضل سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ موصوفہ کے درجات بلند فرمائے۔

(شیخ عبدالرحیم۔ ایجنٹ الفضل جہلم شہر)

موصیان کرام متوجہ ہوں

دفتر وصیت سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا وصیت نمبر ضرور لکھا کریں۔ اس طرح جب بھی آپ کا ایڈریس تبدیل ہو فوری دفتر وصیت کو نئے ایڈریس سے آگاہ کریں۔ چندہ جمع کراتے وقت بھی رسید پر وصیت نمبر ضرور لکھوایا کریں۔

ایمان کا کمال حُسنِ خلق ہے

درخواست دعا

• مکرم میاں عبدالحئی صاحب سابق مربی انڈونیشیا ان دنوں گردن میں رسولی کی وجہ سے بیمار ہیں۔ اور میو ہسپتال۔ لاہور میں زیر علاج ہیں۔ ابھی مختلف قسم کے ٹیسٹ ہو رہے ہیں، اس کے بعد ان کا علاج RADIO THERAPY کے ذریعے سے ہوگا۔ احباب ان کی کامل صحت اور درازی عمر کے لئے دعا کریں۔

• مکرم شکر اللہ صاحب کی والدہ کی طبیعت خراب ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد کامل صحت عطا فرمائے۔

ولادت

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے بیٹے مکرم ناصر احمد صاحب محمود مقیم ناروے کو ایک بیٹی اور ایک بیٹے کے بعد مورخہ ۱۴ جولائی ۸۹ء کو ایک بیٹا عطا کیا ہے جو خاکسار کا پوتا اور مکرم بشارت احمد صاحب ٹھیکیدار بھٹہ کا نواسہ ہے۔

احباب کرام سے نومولود کی درازیٔ عمر نیک صالح اور خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔

(محمد اسماعیل اسلم صدر محلہ دارالیمن غربی ربوہ)

"بازیافتہ عینک"

مورخہ ۱۲ جولائی بعد نماز مغرب اقصیٰ چوک سے سنہری فریم کی ایک عینک مجھے ملی ہے۔ جن صاحب کی ہو وہ مجھ سے حاصل کر لیں۔

(ظفر احمد کارکن نصرت جہاں اکیڈمی عقب بیت الاقصیٰ ربوہ)

مضمون نگار حضرات (مضمون چاہے مختصر ہو یا طویل) کاغذ کے دائیں طرف حاشیہ چھوڑ کے لکھیں اور کم از کم اتنا خوشخط کہ ہم اسے اچھی طرح پڑھ سکیں ورنہ مضمون کی اشاعت میں بھی تاخیر ہوگی اور اس میں غلطیوں کا امکان بھی موجود رہے گا۔

"آل ربوہ والی بال ٹورنامنٹ"

"آل ربوہ والی بال ٹورنامنٹ ۹ جولائی تا ۲۱ جولائی ۱۹۸۹ء دارالرحمت وسطی کی گراؤنڈ میں کھیلا جائے گا۔ یہ ٹورنامنٹ لیگ سسٹم پر ہوگا۔ جملہ ٹیموں کے انچارج صاحبان سے گزارش ہے کہ وہ خاکسار کے ساتھ ۱۷ جولائی تک رابطہ قائم کر کے جملہ معلومات حاصل کر لیں۔ مرکزی ٹورنامنٹ کے لئے دو ٹیموں کا انتخاب بھی عمل میں لایا جائے گا۔"

مجلس صحت۔ ربوہ

یاد رفتگان

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا "یاد رفتگان" کا کالم قارئین میں بہت مقبول ہو رہا ہے۔ اور کثرت کے ساتھ احباب و خواتین نے اپنے وفات یافتہ بزرگوں اور عزیزوں کے حالات لکھ کر ہمیں بھجوائے ہیں۔ جنہیں ہم باری باری شائع کر رہے ہیں۔ بعض مضمون نگار حضرات نے پریشانی کا اظہار کیا ہے کہ ابھی تک ان کے مضامین کیوں شائع نہیں ہوئے۔ ایسے احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ باری باری سب مضمون شائع کیے جائیں گے

کیا آپ نے خط پر اپنے نام اور پتہ کے علاوہ تاریخ تحریر بھی لکھی ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر تاریخ ضرور لکھیے کہ یہ خط اور خط کے موضوع کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہے۔

(ادارہ)

جب تم کسی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کو مُراد دیئے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مُصر ہے تو جان لو۔ کہ یہ امر اس کو مہلت دینے کے لئے ہے۔

بقیہ:۔ لسانیات

میں سمجھتا ہوں لسانیات پر قلم اٹھاتے ہوئے انسان کو بہت محتاط ہونا چاہیئے فاضل مضمون نگار کے بارہ میں مجھے علم نہیں کہ وہ کس پائے کے عالم ہیں۔ ہو سکتا ہے علم بشریات کی ماہر ہوں یا بحر لسانیات کی شناور ہوں اس لئے ان کے نظریات سے اختلاف تو کر سکتا ہوں۔ اپنی بے مائیگی کے باعث محاکمہ کرنے سے قاصر ہوں۔ لسانیات میرا میدان نہیں۔

ہر مرد سے وہر کارے!

امتثال امر میں چند سطور لکھ دی ہیں وہی غالب والی بات کہ:۔

ع سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر

مقصود اس سے قطع محبت نہیں ہے

اخوند فیاض احمد صاحب کی ہمت ہے کہ انہوں نے لسانیات کے بارہ میں مضمون اتنے غور و فکر سے پڑھا ورنہ ہم نے تو اس پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا تھا

بقیہ:۔ نونہالان جماعت

اس شعر میں جو بات خاص طور پر یاد رکھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ گمان کرنا تو بہرحال سوچنے کو کہتے ہیں لیکن بدگمانی اس بات کا نام ہے کہ آپ بلا وجہ کسی بات کو کسی کی طرف منسوب کر دیں اور اس سے اپنے دل میں یہ خیال پیدا کر لیں کہ اس نے آپ کی مخالفت کی ہے یا وہ شخص اچھا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح لوگوں کے متعلق سوچنا شروع کر دے تو حضور فرماتے ہیں کہ وہ تقویٰ کی راہ سے بہت دُور چلا جائے گا۔ تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ انسان ہر بات یہ سوچ کر کرے کہ اس سے خدا خوش ہوگا۔ یہ بات اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے کہ وہ ناراض نہ ہو جائے، کام کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔

ایماندار آدمی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا

سخی اللہ سے قریب ہے۔
جنت سے قریب ہے۔
لوگوں سے قریب ہے۔
اور آگ سے دور ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امام کے منکروں میں اعمال صالحہ کی کمی ہو جاتی ہے

قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت حکیم مولینا نورالدین صاحب نے جماعت احمدیہ میں (امامت ۔ ناقل) کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"(ایمان رکھنے والوں) میں سے (امام ۔ ناقل) ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ ہی بناتا ہے۔ ان کو خوف پیش آتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ان کو تمکنت عطا کرتا ہے۔ جب کسی قسم کی بدامنی پھیلے تو اللہ ان کے لئے امن کی راہیں نکال دیتا ہے۔ جو اس کا منکر ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمال صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے۔ . . . .

ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے کہا حضرت صاحب نے دعویٰ تو کیا ہے مگر بڑی بڑی علماء اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ خواہ کتنے بڑے ہیں مگر فرشتوں سے بڑھ کر تو نہیں۔ اعتراض تو انہوں نے بھی کر دیا اور کہا . . . . . کیا تو اسے (جانشین ۔ ناقل) بناتا ہے جو بڑا فساد ڈالے اور خون ریزی کرے . . . . . . خدا کا انتخاب صحیح تھا . . . . حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی جھگڑا ہوا . . . مکہ والوں نے کہا . . . . یہ دستار فضیلت کسی بڑے نمبردار کے سر پر بندھتی . اللہ نے اس کے رد میں ایک دلیل دی ہے . . . . . . ان امیروں کو امیر کس نے بنایا۔ عظماء کو عظیم کس نے کیا۔ آخر کہو گے خدا نے پس اسی طرح یہ کام بھی خدا نے اپنی مرضی و مصلحت سے کیا۔

(الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء)

جب تم میں سے کوئی نماز کی جماعت کا امام ہو تو اسے تھوڑا پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف ۔ بیمار اور کام کاج والے بھی ہوں گے اور جب اکیلے پڑھو۔ تو بے شک جتنا جی چاہے پڑھو۔

کامل ایمان اُن کا ہے۔ جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

"وقفِ نو" کے متعلق ضروری ہدایت

جو والدین وقف کے متعلق خط حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھیں وہ مندرجہ ذیل کوائف ضرور درج کیا کریں۔

۱ ۔ اپنا نام اور پورا پتہ
۲ ۔ بچے کی والدہ کا نام
۳ ۔ بچے کا پورا نام
۴ ۔ بچے کی تاریخ پیدائش
۵ ۔ موجودہ اور مستقل پتہ

(وکیل الدیوان تحریک جدید)

محمود ٹیلیویژن کمپنی

۲۱، ہال روڈ، لاہور

فون: ۲۲۶۵۰۸، ۶۱۶۲۴

کلر، بلیک اینڈ وائٹ ٹیلیویژن
فلپس، ہٹاچی، نیشنل،
سونی، اورین
اینڈ
ریفریجریٹرز، ایئر کنڈیشنر
واشنگ مشین، ڈیپ فریزر

خبریں

★ ۔ سرحد کے سابق گورنر لفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) فضل حق کو نفاذ فقہ جعفریہ کے رہنما علامہ عارف الحسین حسینی کے قتل کی سازش کے الزام میں اسوقت گرفتار کر لیا گیا۔ جب ان کی ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس سردار فخر عالم نے مسترد کر دی۔ فضل حق کی جانب سے ایس۔ ایم ظفر ایڈووکیٹ اور بیرسٹر ظہور الحق پیش ہوئے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی جانب سے سابق جج شوکت علی پیش ہوئے۔

استغاثہ کے وکیل ایڈووکیٹ جنرل میاں جلال الدین اکبر جی تھے۔ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل حمید سعید ان کے معاون تھے درخواست پر استغاثہ اور فضل حق کے وکلاء کے دلائل ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہے جس کے بعد ایک بجے فاضل عدالت نے درخواست مسترد کرنے کا حکم سنایا۔

جنرل (ریٹائرڈ) فضل حق کے وکیل ایس ۔ ایم ظفر نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ علامہ عارف الحسین حسینی کا قتل جنرل فضل حق کے دور میں ہوا اور ملزم گرفتار کر لئے گئے۔ تینوں ملزموں نے اگرچہ اپنے جرائم کا اعتراف کیا لیکن اس سے پہلے کسی نے بھی جنرل فضل حق یا سینیٹر ہاشم کا نام نہیں لیا اور نہ ہی ابتدائی ایف۔ آئی۔ آر میں جنرل فضل حق کا نام ہے۔ اجرتی قاتل تین مقدمات میں سزا پا چکا ہے۔ اور یہ ایک کہانی ہے جو سیاسی مخالفین نے انکو پھانسنے کے لئے گھڑی ہے۔ وہ آئی جے آئی کے لیڈر ہیں اور مسلم لیگ کے صوبائی صدر ہیں۔ اس کے علاوہ عوام میں ان کا ایک مقام ہے۔

ایس۔ ایم ظفر نے کہا کہ صوبہ سرحد کے آئی جی پولیس اور انکے درمیان اختلافات موجود ہیں ملزم کے اقبالی بیان کے مطابق عید سے ایک روز قبل ہاشم خان اور جنرل فضل حق کے ساتھ مل کر علامہ عارف الحسین الحسینی کے قتل کی سازش تیار کی تھی جو کہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ عید سے ایک روز قبل سینیٹر ہاشم خان دیگر معززین کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سعودی عرب گئے تھے۔ لہذا ان کا پشاور میں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل آف پاکستان محمد آصف جان نے ضمانت قبل از گرفتاری منسوخ کرنے کے حق میں دلائل دیتے ہوئے کہا کہ مذکورہ قتل ایک سوچے سمجھے منصوبے اور سازش کا نتیجہ ہے۔ گرفتار ہونے والے تینوں ملزموں نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ انہوں نے رقم کے حصول کے لئے یہ قتل کیا۔ اب یہ رقم کہاں سے آئی۔ کیوں دی گئی اور کس نے دی، یہ جاننے کیلئے تفتیش کا دائرہ وسیع کرنا پڑے گا۔ انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ ان کو اپوزیشن کا لیڈر ہونے یا سیاسی مخالفت کی وجہ سے جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا ہے۔

★ ۔ روسی وزیر اعظم نکولائی رزکوف نے کہا ہے کہ کمیونسٹ پارٹی عوام کی نظروں میں اپنا اعتبار کھو بیٹھی ہے۔

حضرت حکیم نظام جان کے

مشہور دواخانہ

پر

حکیم عبدالحمید اعوان

ہر ماہ کی ۵، ۶، ۷ تاریخ کو اقصیٰ چوک (نزد لیٹر بکس) ربوہ میں حاضر ہوتے ہیں، خواتین کیلئے معائنہ کا مستقل طور پر انتظام ہے۔

مینیجر — **مشہور دواخانہ**

نزد لیٹر بکس اقصیٰ چوک ربوہ۔ فون ۹۰۶

کمزوری نظر کورس — EYESIGHT COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت -/۷۵

کمزوری نظر دُور کورس — MYOPIA COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت -/۷۵

کمزوری نظر مطالعہ کورس — READING EYESIGHT COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت -/۷۵

بھینگاپن کورس — SQUINT COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت -/۷۰

دو نظری کورس — DIPLOPIA COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت -/۷۵

آنکھوں کے متعلق تفصیلی لٹریچر -/۳ کے ٹکٹ بھیج کر منگوائیں

کیوریٹو میڈیسن کمپنی ۔ ربوہ

فون: سیلز ۷۷۱ / کلینک ۶۰۶ / رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷